ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

اسلام کے تصورِ معاشی خود انحصاری کے امتیازات

The Distinctive Features of Islam's Concept of Economic Self-Reliance

Sunbal Shahzadi
MPhil Scholar, Institute of Arabic and Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot. Email: sumbalbaber5@gmail.com
Dr. Amir Hayat*
Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot. Email: amirhayat5817@gmail.com

Abstract:
Economic self-sufficiency is a fundamental right that promotes individual freedom and autonomy. It's essential for sustaining human civilization. Islam encourages people to achieve economic self-sufficiency instead of relying on others. In contrast, modern secular ideas prioritize wealth as the key to success and freedom. This article explores the unique aspects of Islamic economic self-sufficiency. The research highlights that Islam rejects extreme views and provides a balanced economic system. In this system, individuals have rights and responsibilities, and their efforts should be guided by divine teachings. People have the freedom to earn, spend, and save within the boundaries set by Islamic law. By following the Prophet's teachings, we can promote economic self-sufficiency, restore human dignity, and build a better society based on sacrifice and compassion.

Keywords: Economic Self Sufficiency, Autonomy, Islamic Economic System, Human Dignity, Sacrifice and Compassion.

موضوع کا تعارف:

اللہ تعالی نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور اس کی عزت نفس اور غیرت کا خاص خیال رکھا ہے۔ لیکن انسان اس دنیائے کارخانہ میں تنہا نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت صرف ایک مخلوق کی سی ہے جس میں انسان کی راہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء اور کتابیں بھی بھیجی گئیں، جن کی اتباع انسان پر لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام انسان کی معاشی خود انحصاری کو فروغ دیتا ہے کیونکہ جو انسان معاشی لحاظ سے مستحکم ہوتا ہے وہی زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی خود مختار ہوتا ہے۔ معاشی خود انحصاری انسان کے اندر خود اعتمادی، قوت فیصلہ، شخصی آزادی اور مثبت رویوں کو اجاگر کرتی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے معیشت دانوں نے ہر دور میں جب بھی معاشی مسئلے کو حل کرنا چاہا تو بدلے میں یا تو کبھی اقلیت کو حق دیا یا پھر اکثریت کو اختیار دیا۔ جس کے نتیجے میں آج تک معیشت کی جنگ سرمائے یا صلاحیت تک ہی محدود رہی۔ مغربی معاشی خود انحصاری کے نظریے نے انسان کو شخصی آزادی کا ایسا نظریہ دیا جس نے انسانی تصورِ زندگی کی دھجیاں اڑادیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مغربی معاشی خود انحصاری کے تصور کی نفی کرتا ہے کیونکہ انسان اس دنیا میں اکیلے زندگی نہیں گزار سکتا، اسی لئے ارسطو نے بھی انسان کو معاشرتی حیوان کہا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی خواہشات و

* Email of corresponding author: amirhayat5817@gmail.com

ضروریات کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اسلام کا تصورِ معاشی خود انحصاری اسی لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ حاکمیت الٰہی، انسان کی خلافت اور عقیدہ آخرت کا نظریہ رکھتا ہے اور ہر شخص کو دیگر شعبہ جات کی طرح، معاشی امور میں بھی نہ صرف مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ کسب وصرف کے ایسے اصول دیتا ہے جن پر انسانی حقوق و فرائض کی بنیاد قائم ہے۔ کیونکہ اسلام کا معاشی نظام اخلاقی نظریہ حیات پر منحصر ہے اور ان حقوق کی ادائیگی کے بغیر انسان اپنے ان حقیقی مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا، جو اخروی فلاح کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کی معاشی خود انحصاری، اسلامی نظریے کے مطابق، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے نازل کردہ احکامات کے تابع ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا۔[1]

"ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔"

اللہ تعالی نے ہر قوم کی طرف ایک شریعت بھیجی اور آخر میں شریعت محمدی ﷺ کو نافذ کر کے، باقی تمام کو منسوخ کر دیا۔ اب قیامت تک کے لئے ہر انسان کے پاس ہدایت اور راہنمائی کا واحد ذریعہ دین اسلام ہے۔ اس لیے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اس نظام کی پیروی کرے جو اللہ نے اس کے لیے منتخب کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَٰلُ، فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ۔[2]

"نظامِ حق کو چھوڑ دینے کے بعد گمراہی اور جہالت کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے، تو تم کہاں بہکے جاتے ہو۔"

ہر انسان اپنے ارادے اور اختیار میں آزاد ضرور ہے۔ لیکن اگر اس کی کوشش اور محنت اللہ کے احکام کے مطابق نہیں تو ایسے لوگ اللہ کی نظر میں فاسق ہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تم میرے نظام کو چھوڑ کر کس نظام کی طرف بھاگتے ہو، وہ جو صرف انسانی حاجات و تسکین کو پوری کرتا ہے اور آخرت سے تمھیں غافل کرتا ہے۔ دین اسلام ہی اصل نظام ہے اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

معنی و مفہوم:

معاش کا لفظ عاش یعش سے نکلا ہے۔ العیش اس کا مصدر ہے۔ یہ زندگی، رزق، خوراک وغیرہ مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ معاش عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے مادہ کے حوالے سے دو باتیں رائج ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا اصل "عاش" (ع، ا، ش) ہے۔ جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں۔ جب کہ بعض کے نزدیک اس کا مادہ "عیش" (ع-ی-ش) ہے۔ جس کا معنی رزق، خوراک اور گزران کے ہیں۔ ابن منظور افریقی (۶۳۰-۷۱۱ھ) العیش کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العيش:الحياة، عاش يعيش عيشا وعيشة والمعيشة:مايعاش به۔[3]

"العیش کا معنی ہے زندگی، یہ عاش یَعِیشُ عِیشاً اور عِیشَۃً سے بنا ہے اور معیشت سے مراد (وہ ذرائع ہیں) جن سے زندگی بسر کی جاسکے۔"

خود انحصاری/Self Sufficiency

"خود" کا لفظ **خودی** سے ہے۔ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ، بذات خاص، ذات نفس، آتما۔[4]

فارسی زبان میں خودی اپنے اندر لغوی اعتبار سے درج ذیل معنی رکھتی ہے: خود مختاری، خود پسندی، خود غرضی، خود سری، خود رائی، غرور اور نخوت وغیرہ۔ "انحصار" کا لفظ عربی زبان کے لفظ حَصَرَ سے ماخوذ ہے۔

اردو میں انحصار کے معنی ہیں: دارومدار، حصر، موقوف ہونا۔[5] جب خود اور انحصاری دونوں لفظوں کے مفاہیم کو یکجا کیا جائے تو "خود انحصاری" کا مفہوم ہوا کہ اپنی ذات کے لیے کسی دوسرے پر منحصر نہ ہونا۔ خود انحصاری کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا ہے:

"اپنی ضرورت آپ پوری کر لینے کا عمل، اپنے طور پر مکمل و مطمئن ہونا، خود کفیل ہونا۔"[6]

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی حاجات کے لئے خود ذمہ دار بنے اور دوسروں کا محتاج نہ ہو۔ جب انسان خود مکمل طور پر مطمئن ہو گا تو ہی اس کی عزت نفس بھی محفوظ ہو گی۔ ایک اور جگہ یہ مفہوم بیان ہوا ہے کہ:

"دوسروں کی بجائے اپنے اختیارات اور وسائل پر انحصار کرنا۔" [7]

اس سے پتا چلتا ہے کہ انسان کو اپنے پاس موجود وسائل پر گزر بسر کرنا چاہیے تا کہ وہ دوسروں کے حقوق پر قابض نہ ہو۔ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق خود کوشش کر کے اپنا روزگار پیدا کرے۔

Self Sufficiency:

خود انحصاری کے لیے انگلش میں Self Sufficiency کے الفاظ آتے ہیں۔ Oxford English Dictionary کے مطابق Self Sufficiency کا مطلب ہے:

The state or condition of not needing or relying on external assistance, support, or aid.[8]

"بیرونی امداد، مدد یا امداد کی ضرورت نہ ہونے یا اس پر انحصار نہ کرنے کی حالت یا شرط"۔

ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی ذات کے تقدس کو بحال کرنے کے لیے خود محنت کرے اور ایسے وسائل تلاش کرے جس کی بدولت وہ دوسروں پر بوجھ نہ بنے۔ بیرونی مدد کے انتظار میں اپنا وقت اور وقار ضائع نہ کرے، بلکہ خود اپنا معیار زندگی بہتر کرے۔

Merriam Webster میں بھی **Self Sufficiency** کا مطلب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

The quality or state of being self sufficient.[9]

"خود کفیل ہونے کا معیار یا حالت۔"

یعنی ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرے، اپنے اندر حوصلہ و ہمت پیدا کرے اور اپنی زندگی کو عمدہ بنانے کے لیے جو مشکلات اسے پیش آئیں، ان کا مقابلہ کرے۔ تا کہ وہ زندگی میں لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور غلامی کی زندگی کی بجائے آزادانہ زندگی گزارے۔

خود انحصاری اور معاش کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ آج جو انسان معاشی طور پر مضبوط ہوتا ہے، وہی انسان زندگی کے ہر میدان میں قابل فہم سمجھا جاتا ہے۔ معاشی طور پر خود انحصار ہونے کا مطلب ہے، انسان کا انفرادی لحاظ سے خود کفیل ہونا کیونکہ خود انحصاری انسان کو ارادی طاقت دیتی ہے۔ جس کی مدد سے انسان کے اندر قوت فیصلہ پیدا ہوتی ہے۔ کسی بھی انسان کے لئے دنیا میں با عزت طریقے سے رہنے کے لیے معاشی خود انحصاری بہت ضروری ہے۔ معاشی خود انحصاری ہر فرد کو حق دیتی ہے کہ وہ جیسے چاہے

معاشی وسائل کو استعمال میں لائے اور اپنا معیارِ زندگی بہتر بنائے۔ معاشی خود انحصاری کسی بھی ملک، قوم یا شخصیت کو پروان چڑھاتی ہے اور انسان کو دنیا میں منظم طریقے سے رہنے کا اختیار دیتی ہے۔

معاشی خودانحصاری کے عناصر:

معاشی خود انحصاری کے نظریہ کے مطابق انسان کو دو طرح کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔

1. انسان آزادی سے جہاں سے چاہے اور جیسا چاہے کما سکتا ہے۔
2. انسان آزادی کے ساتھ جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔

دیگر مذاہب کے مقابلے میں، دین اسلام کا ایک امتیاز یہ ہے کہ یہ صرف انفرادیت یا عبادات کا دین نہیں ہے بلکہ یہ پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام میں معاشی خود انحصاری ایک نظام کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ نظام حلال و حرام اور حقوق و فرائض کے ساتھ مشروط ہے۔ اسلام میں حقوق و فرائض سے مراد وہ نظام ہے جس کی بدولت ایک انسان دوسروں سے مل جل کر رہتا ہے۔ کیونکہ حقوق و فرائض کی بدولت دنیا کا ہر نظام قائم ہے اور اسی ضمن میں ہر انسان کو دنیا میں کچھ حقوق عطا کئے جاتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کر کے، ابدی و حقیقی فلاح حاصل کرتا ہے۔ مغربی نظام زندگی میں انفرادیت اور مادیت ہے جب کہ اسلام معاشی خود انحصاری کے حوالے سے حقوق و فرائض اور اخلاقیات پر زور دیتا ہے اور اس کے بغیر انسانی زندگی کا تمدن ممکن نہیں ہے۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانی ساخت کی تعظیم کا خاص خیال رکھا ہے اور دوسرے نظاموں کے مقابلے میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر راہنمائی بھی کی ہے۔ یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے حقوق فرائض کے اعتبار سے انسان کو دو نظام دیے ہیں۔ جن کی حدود میں رہتے ہوئے انسان اپنی معاشی خود انحصاری کو فروغ دے سکتا ہے۔ درج ذیل نکات میں مغربی معاشی خود انحصاری کے مقابلہ میں اسلامی معاشی خود انحصاری کے امتیازات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ا۔ انفرادی معاشی خود انحصاری   ۲۔ اجتماعی معاشی خود انحصاری

ا۔ انفرادی معاشی خود انحصاری

نظام حقوق و فرائض میں انفرادی سطح پر ہر شخص کا سب سے پہلا حق خود اس کی ذات پر ہے اور انفرادی معاشی خود انحصاری سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کمانے اور خرچ کرنے میں اپنی ذات تک محدود ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ اچھا کھائے پیئے اور اچھا پہنے۔ اسلام میں فقیری کی بجائے اچھے معیار زندگی کو پسند کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے صفائی کو نصف ایمان کا درجہ ملا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الله جميل يحب الجمال۔[10]

اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

اسلام میں آسائشات کو حرام نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ ہر انسان کو چاہیے کہ جتنا اللہ تعالی نے اسے حکم دیا ہے اس کے مطابق وہ انفرادی طور پر اپنے لیے کوشش کرے اور دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی گزارنے کی بجائے خود مختار بنے۔

انفرادی لحاظ سے خود انحصار ہونے کے لیے اسلام نے انسان کو حلال و حرام کا پابند کیا ہے۔ معاشی لحاظ سے انسان صرف ان وسائل کو استعمال اور خرچ کر سکتا ہے جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دی ہے۔ اسلام نے انفرادی معاشی خود انحصاری کی وضاحت کے لیے تین قانون دیئے ہیں۔ ایک قانون ملکیت، دوسرا قانون کسب اور تیسرا قانون صرف۔ زیر بحث گفتگو میں انفرادی طور پر انسان کے حق معاشی خود انحصاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔

(الف)۔ قانون ملکیت انفرادی لحاظ سے

ا۔ ملکیت اللہ کی:

اسلامی معاشی خود انحصاری سب سے پہلے انسانی حاکمیت کی نفی کرتی ہے کیونکہ حاکمیت، اقتدار اور اختیار صرف اللہ کا ہے۔ انسان معاشی طور پر خود انحصار ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اس کی قدرت کا محتاج ہے۔ کیونکہ انسان اس دنیا میں قلیل مدت کے لیے بھیجا گیا ہے اور انسان کے پاس سارے اختیار بھی عارضی ہیں۔ جب کہ اصل حکمرانی کا منبع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔[11]

"آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے۔"

یعنی زمین و آسمان میں موجود ہر شے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ انسان کے پاس کائنات میں اپنے اصول لاگو کرنے اور کائنات میں تغیر کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

۲۔ انسان کلی مالک نہیں

معاشی طور پر خود مختار انسان اپنے معاملات میں ہر طرح کی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ مغربی تصور کے مقابلے میں اسلام میں انسان کو نائب کے درجے پر فائز کیا گیا ہے اسلام نے ہر انسان کو محنت کا حکم ضرور دیا ہے لیکن اسلام نے مغربی معاشی خود انحصاری کے اس نظریے کی مذمت کی ہے۔ جس میں انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی دولت سے دنیا کی ہر شے پر قابض ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ۔[12]

"یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو کیا تم نے اس پر نظر ڈالی ہے؟ کیا تم انہیں اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟"

انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر فائدہ مند چیز کو اپنے بھروسے پر حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ دنیا میں موجود کسی بھی چیز کی طرف اگر دیکھو گے تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس کی کاریگری ہے۔ یعنی انسان کے پاس جو اختیارات اور حکومت ہے وہ عارضی ہے اور یہ اللہ کی طرف سے امانت ہے جس میں انسان خود سے ردوبدل نہیں کر سکتا۔ اسلام میں تقدیر پر یقین ایمان کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور اس کے مطابق انسان کو اپنی کوشش وبساط کے باوجود صرف وہی کچھ ملے گا جو اس کے مقدر میں لکھا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا۔[13]

"اور ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے۔"

اس آیت کی تفسیر ابن کثیرؒ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:(ان مشرکین و کافرین کا کوئی حق نہیں بنتا کہ نبوت کے کسی کو حقدار ٹھہرانے کے بارے میں اعتراض کریں یہ اللہ کی خاص ہے۔)"ان کی اپنی روزیاں بھی ان کے قبضے میں نہیں، وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں اور فرق و تفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب چاہیں چھین لیں اور روزی سے مراد زندگی بسر کرنے کے عام ذرائع ہیں۔"(14)

یعنی اللہ تعالی نے رزق کی تقسیم انسان کے اختیار میں نہیں رکھی ہے بلکہ خود ہر انسان کے لیے اس کی روزی کا بندوبست کیا ہے اور تمام لوگوں کے درمیان اسے تقسیم بھی کر دیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی پتا چلتی ہے کہ رزق میں کمی یا زیادتی کا حصول انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالی کی مرضی و منشاء ہے کہ وہ جسے چاہے جو مرضی عطا کر سکتا ہے۔

۳۔ معاشی ترجیحات کا منصفانہ تعین:

دین اسلام اس بات کا قائل ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر تمام بنیادی حقوق کا حق رکھتا ہے۔ اگر کسی انسان کے پاس مال کی فراوانی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے اور اس نعمت میں دوسرے بھی حصہ دار ہیں۔ کیونکہ کائنات میں موجود معاشی وسائل اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔ جس میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں اور ان کے درمیان فرق صرف درجات کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

> وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔(15)
>
> "اور اللہ نے تم کو رزق میں ایک دوسرے پر برتری عطا کی ہے، پھر جن کو برتری عطا کی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے زیر دستوں کو نہیں لوٹاتے ہیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ پھر کیا یہ اللہ کی نعمتوں کے صریحاً منکر نہیں ہو رہے ہیں؟"

اسلام میں مال کو جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ہر انسان دوسرے انسان پر حق رکھتا ہے۔ تو جو لوگ اپنے مالوں کو دوسرے لوگوں میں نہیں بانٹتے ہیں وہ اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں۔ یعنی انسان کلی طور پر کسی چیز کا مالک نہیں ہے کیونکہ اس کے مال میں دوسرے لوگ بھی حصے دار ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی اہمیت آئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

> من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له، قال : فذكر من أصناف المال ما ذكر حتى رأينا أنه لا حق لأحد منّا في فضل۔(16)
>
> "تم میں سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان خورد و نوش ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف اصناف مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے میں ہمارا حق نہیں رہا۔"

یعنی ہر انسان کو چاہیے کہ مال جمع کرنے میں حرص نہ کرے کیونکہ انسان کی زندگی کا مقصد صرف دولت کمانا نہیں ہے۔اس لئے اپنی ضروریات کی تکمیل کے بعد جو چیز اضافی ہو اسے دوسروں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔کیونکہ مال تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے اور دوسروں کے لئے انفاق کرنا انسان کے اپنے لئے کفایت کر جاتا ہے۔

۴۔رزق اللہ کا فضل:

قرآن مجید نے مغربی معاشی خود انحصاری کے اس تصور کو غلط قرار دیا ہے جس کی بنیاد قارونیت پر ہے۔جس میں انسان کا مقصد صرف معاشی دولت کا حصول ہے۔قرآن کے مطابق یہ قارونیت ہے کہ انسان سمجھے کہ جو بھی وہ کماتا ہے یہ اس کے علم وفہم،ذہانت وپیش بینی کا نتیجہ ہے۔کیونکہ قرآن میں جس اصل کسب کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد نیکی یابدی کی کمائی ہے جو انسان آخرت کے لئے کمارہا ہے۔جس میں کسبِ خیر کی تاکید اور کسبِ شر سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔جبکہ رزق کے لئے قرآن میں متعدد جگہ پر "فضل"کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔یعنی انسان کو جو چیز بطور رزق ملتی ہے وہ اللہ کا فضل ہے [17]

ارشاد باری تعالی ہے کہ:

فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔[(18)]

"رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن، تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی) روزی تلاش کرو۔"

اس آیت کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے اس فضل کو دن اور رات میں تلاش کرے جو اللہ نے اس کے لئے پیدا کیا ہے۔انسان سارا دن اپنی روزی روٹی کے لئے پریشان رہتا ہے اور دربدر بھٹکتا رہتا ہے۔معاش کی فکر انسان کو اس کی عبادت سے غافل کر دیتی ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے انسان کو حکم دیا کہ پہلے اس ذات کی معبودیت کا حق ادا کرو اور پھر اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے نکلو۔

۵۔وسائل پر یقین نہیں:

اسلام نے مغرب کے اس نظریے کی تردید کی ہے جس میں کامیابی کی ضمانت زیادہ سے زیادہ معاشی وسائل کا حصول سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ معاشی وسائل کی کمی وزیادتی کی وجہ سے ہی انسان نفع یا نقصان اٹھاتا ہے۔جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کا انحصار اللہ پر ہے نہ کہ معاشی وسائل کی کثرت وقلت پر۔ارشاد باری تعالی ہے کہ:

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَاۚ-فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًاؕ-وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۔[(19)]

"اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنی عیش پر اترا گئے تھے تو یہ ہیں ان کے مکان کہ ان کے بعد ان میں سکونت نہ ہوئی مگر کم اور ہم ہی وارث ہیں۔"

انسان وسائل کا نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کا محتاج ہوتا ہے اور جو لوگ اپنی دولت کو اپنی طاقت کا سبب سمجھتے ہیں تو اللہ تعالی ایسے لوگوں کو نیست ونابود کر دیتا ہے۔اسلامی تاریخ میں ہمیں فرعون اور نمرود جیسی بیشتر ایسی مثالیں ملتی ہیں،جو اپنے معاشی وسائل کی بناپر اتراتے تھے تو اللہ تعالی نے انھیں تباہ وبرباد کر دیا۔

٦۔ اخروی جوابدہی کا تصور:

اسلام میں انسان کی مکمل آزادی کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اسلام میں انسان کی اخروی فلاح مقصود ہے۔ یہ دنیا فانی ہے اور مرنے کے بعد انسان کے لئے ایک نئی زندگی ہوگی جو کہ ہمیشگی والی ہے اور انسان سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لا يُسئَلُ عَمّا يَفعَلُ وَهُم يُسئَلونَ۔[20]

"اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی۔"

انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں جو کچھ مرضی کرتا پھرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ جبکہ انسان کا ایک ایک عمل لکھا جارہا ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس دن جب سب کے نامہ اعمال کھولے جائیں گے تو اس روز ہر کسی کو پورا اجر ملے گا اور کسی کے عمل میں سے نہ کچھ کم نہ زیادہ کیا جائے گا۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ مادی وسائل کی ذخیرہ اندوزی کے پیچھے اتنا پاگل بھی نہ ہو کہ وہ اپنے اعمال ضائع کر بیٹھے اور آخرت میں مجرموں میں سے ہو جائے۔

(ب)۔ قانون کسب انفرادی لحاظ سے:

انسان کی معاشی خود انحصاری تب ہی فروغ پاتی ہے جب انسان کے معاشی حالات اچھے ہوں۔ اس لئے اسلام نے ہر انسان کو انفرادی لحاظ سے کمانے کے وہ تمام اصول دیئے ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنی معاشی خود انحصاری کو فروغ دے سکتا ہے۔ انسان صرف وہ کمانے کا حق رکھتا ہے جس کا حکم دین اسلام نے دیا ہے کیونکہ کمانے کے اعتبار سے اسلام میں حلال کی شرط لازم ہے۔

ا۔ حلال کمائی کی ترغیب:

مغربی معاشی خود انحصاری انسان کو صرف کمانے پر زور دیتی ہے کیونکہ اس میں حلام و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے جبکہ اسلام نے معاشی طور پر خود انحصار ہونے کے لیے سب سے پہلے انسان کو حلال کمائی کمانے کی تاکید کی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے کہ:

يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ـوَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ-اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔[21]

"اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔"

بلاشبہ زمین اپنے اندر بے شمار وسائل سموئے ہوئے ہے، جن کو اکثر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے صرف ان وسائل کو ذریعہ معاش بنانے کی اجازت دی ہے جو حلال (جو شریعت کی رو سے جائز ہو) اور پاکیزہ (صاف ستھری) ہوں۔

٢۔ حرام کمائی کی ممانعت:

اللہ تعالی نے انسان کو پاکیزہ اور نفیس طبیعت کا پیدا کیا ہے۔ انسان کی فطرت اسے طیب چیزوں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے انسان کو صرف حلال کمائی کی ترغیب نہیں دی بلکہ اسے حرام اور نجائز کمائی سے بچنے کی بھی تلقین کی ہے۔ کیونکہ اگر معاش کی بنیاد ہی حرام پر ہوگی تو پھر ابدی کامیابی حاصل نہیں ہوسکے گی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔[22]

"اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ البتہ یہ (ہو) کہ تمھارا باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔"

انسان کی نشو نما کا تعلق اس کے کھانے سے ہوتا ہے۔ لہذا انسان جیسا کھائے گا ویسی ہی سوچ اور کردار پروان چڑھے گا۔ اس لئے اللہ تعالی نے انسان کو باطل اموال کھانے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے سے انسان کی معاشی خود انحصاری کا معیار بر قرار نہیں رہے گا اور معاشرے میں فساد بھی پھیلے گا۔ باطل طریقے سے مال کھانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ جس میں جھوٹ کی کمائی، دھوکہ کی کمائی، رشوت کی کمائی اور سود کھانا شامل ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگوں! اللہ تعالی پاک ہے اور پاک مال کے سوا کوئی مال قبول نہیں کرتا۔ اللہ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کا حکم دیا، اللہ تعالی نے فرمایا: "اے پیغمبرانِ کرام! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو جو عمل تم کرتے ہو میں اسے اچھی طرح جاننے والا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا:

الرجل يطيل السفر اشعث اغبر، يمد يديه إلى السماء يا رب يا رب، ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فانى يستجاب لذلك۔[23]

"جو طویل سفر کرتا ہے بال پراگندا اور جسم غبار آلود ہے۔ دعا کے لئے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی۔"

کیونکہ جو انسان حلال نہ کمائے وہ شیطان کے راستے پر نکل جاتا ہے اور اسلام میں جو کمائی حلال نہیں ہے وہ کسی بھی انسان کے لئے جائز نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشبهات استبرا لدينه وعرضه۔[24]

حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں حلال کمائی کا درجہ کس قدر بلند ہے اور شریعت اسلامی کی رو سے حلال کمانا، گویا اپنے فرائض ادا کرنے کے برابر ہے۔

(ج)۔ قانون صرف انفرادی لحاظ سے

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان اپنی کمائی کو خرچ کرنے کے اعتبار سے بھی شریعت الٰہی کا پابند ہے۔ درج ذیل نکات میں انسان کے خرچ کرنے کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

1۔پاکیزہ مال خرچ کرنے کی ترغیب:

اسلامی معاشی خود انحصاری میں انسان اس بات کا پابند ہے کہ وہ دوسروں پر بھی خرچ کرے۔ کیونکہ انسان اپنے لئے عمدہ اور نایاب چیزیں پسند کرتا ہے لیکن دوسروں کے معاملے انسان ناقص مال دیتا ہے۔ تاکہ کوئی اس کی معاشی برابری نہ کرسکے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے کہ:

یاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ-وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ط وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔(25)

"اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمھارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو۔ حالانکہ (اگر وہی تمھیں دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کئے بغیر قبول نہیں کروگے۔ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۔"

اسلام نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ چیزیں لوگوں میں تقسیم کرو جو تمھیں خود بھی محبوب ہوں یا جنھیں تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ تاکہ معاشرے کی معاشی حالت بہتر ہوسکے۔

۲۔راہ اعتدال پر خرچ:

اسلام نے مال کے متعلق انسان کی ہر طرح سے راہنمائی کی ہے کیونکہ یہ اللہ کی امانت اور فضل ہے جو اس نے انسان کو عطاء کیا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے مال میں بخل اور اسراف کرنے سے منع کیا ہے اور نیک بندوں کی یہ صفت بتائی ہے کہ وہ مال کو اعتدال سے خرچ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا۔(26)

"اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔"

یعنی نہ وہ لوگ فضول رسم و رواج میں اپنا مال ضائع کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے مال پر اس قدر قابض ہو جاتے ہیں کہ اپنے اوپر خرچ کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ اسلام اس بات کا حکم دیتا کہ اللہ کے دیئے مال میں سے اچھا کھاؤ اور پیؤ اور اللہ کی نعمتوں پر شکر بجا لاؤ۔ اللہ تعالی نے انسان کو معاشی وسائل سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو بے جا استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے قدرتی وسائل کا ضیاع ہوتا ہے اور معاشرے کے دوسرے لوگوں میں غربت و فقر پھیلتا ہے۔

۳۔ناپ تول میں کمی نہ کرو:

مادیت پرستی انسان کو صرف مال سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔ اس لئے انسان کے اندر جب مال کی محبت بڑھ جاتی ہے تو وہ صحیح اور غلط کی پہچان کھو دیتا ہے اور اس کا مقصد صرف مادی وسائل کا حصول بن جاتا ہے۔ اسلام میں مال سے حد سے زیادہ محبت کرنے، اس کے لئے ناپ تول میں کمی کرنے کے حوالے سے سخت وعید آئی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ۔(27)

"اور خرابی ہے کم تولنے والوں کے لئے۔"

پہلی امتوں میں سے کچھ امتوں کو اسی وجہ سے عذاب دیا گیا کہ وہ لوگوں کے مال میں کمی و بیشی کرتی تھیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے سے انسان دوسروں کے مال کو ناحق کھاتا ہے اور اسے دھوکہ بھی دیتا ہے۔ نیز اس میں جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے اسی عمل کی وجہ سے معاشرے میں بھوک و افلاس پیدا ہوتی ہے اور انسانی زندگی کا اخلاقی معیار ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ گردش دولت کا حکم:

اسلام میں ملکیت کا حق ضرور دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ارتکاز دولت کی ممانعت بھی آئی ہے کیونکہ اس سے سارا مال ایک جگہ سمٹ جائے گا اور معاشی وسائل کی فراوانی بھی کم ہو جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ۔ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهُ اَخْلَدَهُ۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ۔[28]

"خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لیے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ ہر گز نہیں! وہ ضرور حطمہ (یعنی چورا چورا کر دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا)۔"

جو لوگ اللہ کے دیئے مال میں سے خرچ نہیں کرتے اور اسے گن گن کر رکھتے ہیں تاکہ کم نہ ہو جائے تو وہ دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتے، بلکہ اپنے لئے جہنم کی آگ تیار کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال الله تعالى: أنفق يا ابن آدم انفق عليک۔[29]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر تو میں تجھے دیئے جاوں گا۔"

یعنی انسان اپنے مال میں کمی کے خوف سے نہ گھبرائے کہ خرچ کروں گا تو ختم ہو جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر انسان خرچ کرے گا تو اسے مزید سے نوازا جائے گا۔ الغرض انفرادی معاشی خود انحصاری کے لحاظ سے انسان اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک محدود ہے جس کے اندر رہتے ہوئے وہ اپنے لئے مال کمانے، اسے خرچ کرنے اور جمع کرنے کا پابند ہے۔

۲۔ اجتماعی معاشی خود انحصاری

اسلام میں اتنی جامعیت ہے کہ یہ انسان کو انفرادی آزادی کے ساتھ ساتھ ایسی اجتماعی آزادی بھی مہیا کرتا ہے جو انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ جبکہ مغربی معاشی خود انحصاری نے لوگوں میں صرف انفرادیت کے اصولوں، انفرادی زندگی اور انفرادی معاشی خود انحصاری کے رویے کو فروغ دیا ہے۔ اسلام میں اجتماعی معاشی خود انحصاری کا ایسا تصور موجود ہے جس میں انسان کا نفع و نقصان، اجتماعی نظام کے ساتھ منسلک ہوتا ہے اور اس میں انسان اپنی ذات کی بجائے دوسروں کے حقوق کا زیادہ پابند ہوتا ہے۔ دین اسلام نے اس ضمن میں انسان کو چار نظام عطاء کئے ہیں جن کی اطاعت اور حقوق انسان پر فرض ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق:

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ مخلوق ہے جس کے لئے یہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزیں پیدا کی گئیں۔ اس لئے انسان کے افعال و اعمال کا محور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں انسان کا ہر کام اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ

تعالی کا حق انسان پر سب سے زیادہ ہے حتی کہ اس کی ذات سے بھی زیادہ، کیونکہ ایک طرف انسان اپنے خالق سے محبت کرتا ہے اور دوسرا اس کی عبادت بھی کرتا ہے۔ اگر انسان اللہ کی ذات سے روگردانی کرتے ہوئے کسی اور کی عبادت یا اس کے آگے طلب حاجت ہوتا ہے تو وہ اللہ سے شرک کرتا ہے جس کی معافی کسی صورت میں ممکن نہیں۔ اللہ سے محبت کے حوالے سے قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ۔(30)

”خدانے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کے لیے بہشت (تیار) کی ہے۔“

انسان کے لئے سب سے زیادہ محبوب چیزوں میں سے ایک اس کی جان اور دوسرا اس کا مال ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا اور جان ومال کی آزمائش کے بدلے میں اس کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے کیونکہ آخرت کی زندگی حقیقی ہے اور دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ اللہ کی عبادت کے حوالے سے قرآن میں آتا ہے کہ:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا ۔(31)

”اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔“

انسان کی دنیاوی زندگی تنگ ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کے معاملات میں تنگ دستی آجائے گی اور اسے سکون میسر نہیں ہو گا۔ اس کے افعال کو اتنا پیچیدہ کر دیا جائے گا کہ ظاہری کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی وہ کشمکش کا شکار رہے گا، یعنی وہ دلی طور پر مطمئن نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے انسان جب بھی اللہ تعالی کے حق پر اپنی خواہشات اور کثرت مال کو فوقیت دے گا تو اس کے لئے دنیا کی زندگی آزمائش و پریشانی والی بنادی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالی سے محبت کا مطلب ہی اپنے عمل کے ذریعے اس کے احکام کی پاسداری کرنا ہے۔

۲۔ معاشی خود انحصاری اور کامل دین:

قرآنی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالی کے بعد دوسرا حق انسان پر سب سے زیادہ جس ذات کا ہے، وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ کیونکہ دین اسلام کی کاملیت رسالت کے بغیر ممکن نہیں اور رسالت ہی وہ نظام ہے جو اسلام کو دوسرے مذاہب سے متفرق کرتا ہے۔ کیونکہ معبود تو ہر مذہب نے اپنا اپنا بنا رکھا ہے لیکن رسالت کا تصور صرف اسلام نے دیا ہے۔ اسلام نے رسالت کے حوالے سے ایک ایسا جامع اور مدلل نظام دیا ہے جو آپ ﷺ کی ذات کو بڑھا چڑھا کر نہ تو خدائی درجے پر اور نہ کم کر کے عام انسانوں کے مساوی رتبے پر فائز کرتا ہے۔ اسلام نے انسان کے اندر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو فرض کیا ہے۔ اسلامی حقوق و فرائض کے نظام کے مطابق انسان معاشی لحاظ سے خود مختار ہونے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ احکام کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔(32)

”یہ نبی ایمان والوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔“

مومن شخص اپنے اوپر اتنا حق نہیں رکھتا جتنا حق اللہ کے رسول ﷺ اس پر رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يؤمن عبد، وفي حديث عبد الوارث: الرجل، حتى اكون احب إليه من اهله وماله والناس اجمعين۔[33]

"کوئی بندہ (اور عبد الوارث کی حدیث میں ہے کوئی آدمی) اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل وعیال، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

انسان کے پاس بہترین زندگی گزارنے کا نسخہ شریعت محمدی ﷺ ہے۔ اس لیے انسان پر لازم ہے کہ جن کاموں کا حکم آپ ﷺ دیں وہ چاہے اسے ناگوار گزریں، لیکن اس پر ان احکام کی پابندی لازم ہے اور جن چیزوں سے آپ منع فرمادیں وہ چاہے انسان کے لئے پسندیدگی کا سامان ہوں، اس کے لئے ان سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔

اسی طرح مختلف احادیث کی روشنی میں بھی مادی چیزوں کی محبت کی بجائے، نبی کریم ﷺ کی محبت اور حق کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ انسان اپنے جملہ اعمال میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تابع دار ہے۔

الف۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنیؓ کی محبت:

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ کے مکہ میں بطور سفیر جانے سے انکار پر جب رسول ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو ایسے شخص کے بارے میں بتلاتا ہوں جو مکہ میں مجھ سے زیادہ عزت والا ہے، ان کا قبیلہ بڑا ہے اور وہ زیادہ محفوظ ہے۔ یعنی حضرت عثمان بن عوفؓ۔

جب حضرت عثمانؓ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کو آپؓ کے متعلق گمان ہوا کہ آپؓ نے عمرہ ادا کر لیا ہو گا جبکہ ہم یہاں محصور بیٹھے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ظَنِّي بِهِ أَلَّا يَطُوفَ حَتَّى نَطُوفَ، فَلَمَّا رَجَعَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا :اشْتَفَيْتَ مِنَ الْبَيْتِ يَا عَبْدَ اللهِ! قَالَ عُثْمَانُ: بِئْسَ مَا ظَنَنْتُمْ بِي! لَوْ كُنْت بِهَا سَنَةً وَالنَّبِيّ مُقِيمٌ بِالْحُدَيْبِيَةِ مَا طُفْت، وَلَقَدْ دَعَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى أَنْ أَطُوفَ فَأَبَيْت ذَلِكَ عَلَيْهَا۔[34]

میرا خیال یہی ہے کہ وہ تب تک عمرہ نہیں کریں گے جب تک ہم نہ کریں۔ دوسری طرف کفار نے حضرت عثمانؓ کو اکیلے عمرہ کرنے اور مکہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ لیکن آپؓ نے عمرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر جب حضرت عثمان واپس آئے تو انھوں نے کہا کہ اگر میں وہاں ایک عرصہ بھی رہتا اور نبی ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو میں تب بھی کبھی طواف نہ کرتا۔

حضرت عثمان غنی جس وقت مکہ میں بطور سفیر گئے تو آپ معاشی لحاظ سے اس قدر مستحکم تھے کہ آپ کا شمار مکہ کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو اپنی معاشی خود انحصاری کا استعمال کرتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر سکتے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ مومنوں پر زیادہ حق رکھتے ہیں اس لئے آپؓ نے نبی ﷺ سے پہلے عمرہ ادا کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ب۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی محبت:

اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر جب آپ ﷺ نے صحابہ کو اپنے مال سے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو مختلف صحابہ نے اپنی توفیق کے مطابق صدقہ کیا۔ جب کہ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا سامان لے آئے اور جب حضرت ابو بکرؓ آئے تو گھر کا سارا سامان لے آئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

واتى ابو بكر بكل ما عنده، فقال: " يا ابا بكر ما ابقيت لاهلك؟ "،قال: ابقيت لهم الله ورسوله۔(35)

"اور ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ سب مال لے آئے تھے جو ان کے پاس تھا، تو آپ نے پوچھا: "ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ "تو انہوں نے عرض کیا: ان کے لیے تو اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔"

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ حسب توفیق صدقہ بھی کر سکتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ سے محبت اور نیکی میں آگے بڑھنے کے جذبے نے انھیں گھر کا سارا سامان لانے پر مجبور کر دیا۔ ان تمام دلائل سے یہ بات عیاں ہے کہ انسان حقیقی معنوں میں معاشی لحاظ سے صرف اس قدر خود انحصار ہے جتنا اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حق دیا ہے اور کسی بھی چیز کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حق سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی ہے۔

۳۔ حاکم کی اطاعت:

اسلامی نظام زندگی میں انسان پر تیسرا حق اس حاکم کا ہے جو کسی اسلامی حکومت کا حکمران ہو۔ اسلام نے ریاست کا تصور دیا ہے جس میں تمام انسان کسی خطہ زمین پر اکٹھے ہو کر ایک خاص نظام کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاست انسان کو ایک منظم طریقے سے رہنے اور زندگی گزارنے کا حق دیتی ہے۔ اسلام میں ریاست کے حاکم کے لئے مسلمان ہونا اور ریاست کا نظام اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا بہت ضروری ہے۔ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے انسان کے پاس چاہے کتنے ہی اختیار کیوں نہ ہوں ،وہ اپنے حاکم کی اطاعت کا پابند ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ:

إن خليلي اوصاني ان اسمع واطيع، وإن كان عبدا مجدع الاطراف۔(36)

"میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں (امیر کی بات) سنوں اور اطاعت کروں، چاہے وہ (امیر) کٹے ہوئے اعضاء والا غلام ہی کیوں نہ ہو۔"

اسی طرح ایک حاکم اگر اللہ کے احکامات کے مطابق حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت انسان پر فرض ہے۔ اس کے برعکس حاکم کا یہ حق بھی ہے کہ وہ رعایا سے ان کے افعال کی باز پرس کر سکتا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو اسلامی سزاؤں کا نفاذ بھی کر سکتا ہے۔ معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حاکم اس بات کا بھی حق رکھتا ہے کہ وہ اہل ثروت لوگوں کے مالوں میں سے زبردستی انفاق فی سبیل اللہ کروا سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنّ في المال لحقا سوى الزكاة۔(37)

"آپ ﷺ نے فرمایا: مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے۔"

مثلاً اگر بیت المال کا خزانہ ہر شخص کی انفرادی معیشت کے لیے پورا نہ ہو سکے تو خلیفہ جبراً اہلِ دولت سے مال حاصل کر کے اس کمی کو پورا کر سکتا ہے اگرچہ وہ اربابِ دولت، صدقات واجبہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو چکے ہوں۔

اس لئے ہر انسان اپنے معاملات میں اپنے حاکم کا بھی پابند ہے کیونکہ اگر ہر شخص ریاست کے ماتحت جینے کی بجائے تنہا زندگی گزارنا چاہے گا تو پھر دنیا کا نظام افراط و تفریط کا شکار ہو گا۔ لہذا انسان بحیثیت فرد، جسم کے ایک عضو کی مانند ہے اس لیے اس کی انفرادی آمدنی پر اجتماعی معیشت کا حق بھی عائد ہوتا ہے۔ جس قدر انسان زیادہ کماتا ہے اسی قدر اس کے فرائض زیادہ ہو جاتے ہیں۔

۴۔ اسلام کا خاندانی نظام:

یہ انسان کا شرف ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کو عزت والا پیدا کیا ہے اور اسے خاندانی نظام کی اساس قرار دیا۔ جس کی بدولت اس نظریے کی تردید ہو جاتی ہے کہ انسان صرف اپنی ذات میں تصرف کے اعتبار سے خود مختار ہے۔ دنیا میں انسانی معاشرے کی ارتقاء خاندان کے وجود سے ہوئی، کیونکہ اجتماعی نظام کا آخری حصہ خاندانی نظام ہے جس کے زیر اثر انسان پروان چڑھتا ہے اور مختلف رشتوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ انسانوں کا انسان پر حق دو طرح سے ہے۔

(الف)۔ تمام انسان اولادِ آدم ہیں:

انسانی حقوق کی یہ تقسیم خاص ہے جس کے مطابق انسان کے خاندان کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوتا ہے اور دنیا میں موجود تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور اسی سے ہی یہ مختلف رشتوں میں پھیلے ہیں۔ یعنی انسان کی اصل ایک ہی ہے اور اسی سے ہی انسان مزید والدین، اولاد اور رشتہ داروں کے حقوق کا پابند ہو جاتا ہے۔ یہ نظام انسان کی معاشی خود انحصاری کے اسلامی نظریے کو مزید وسیع کرتا ہے کیونکہ انسان پر اپنے رشتوں کے حق کی ادائیگی فرض ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ-وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔[38]

"تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔"

یعنی انسان اس دنیا میں جو کماتا ہے وہ اس کا صرف خود مالک نہیں ہے بلکہ اس کے والدین، اولاد اور جتنے بھی قریبی یا دور کے رشتہ دار ہیں وہ سب اس کے مال میں شریک ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنك ان تترك ورثتك اغنياء خير لهم من ان تتركهم عالة يتكففون الناس۔[39]

"تمہارا اپنے وارثین کو مالدار چھوڑ کر جانا انہیں محتاج چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔"

یعنی انسان کو اس بات کی اجازت بھی نہیں کہ وہ سارا مال نیکی کے حصول کے لئے صدقہ کر دے کیونکہ اس کے ورثا اس کے مال میں برابر کے شریک ہیں اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اپنے ورثاء کا حق کھاتا ہے جو اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(ب) تمام انسان بھائی ہیں: انسانی حقوق کی دوسری تقسیم میں ہر خاص و عام شامل ہے کیونکہ اس تقسیم کی بنیاد اسلام نے جسد واحد پر رکھی ہے۔ اسلام نے روئے ارض کے تمام انسانوں کو رشتہ اخوت میں باندھا ہے جس کے مطابق ہر انسان دوسرے کا بھائی ہے۔

اس تقسیم میں دنیا کا ہر انسان آجاتا ہے جن کے حقوق کی ادائیگی دوسرے انسانوں پر فرض ہے اور انہی حقوق کی ادائیگی کو اللہ رب العزت نے اپنے حقوق سے تعبیر کیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ يَا رَبِّ: كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ يَا رَبِّ: وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ؟ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟ يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ يَا رَبِّ: كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟۔[40]

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تیری خبر کیسے لیتا؟ تو تو سارے جہان کا مالک ہے؟۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، تو نے اس کی خبر نہ لی؟ اگر تو اس کی خبر لیتا تو تو مجھے اس کے نزدیک پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ وہ کہے گا کہ اے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا؟ تو سارے جہاں کا مالک ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ کھلایا؟ اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا، لیکن تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا۔ بندہ بولے گا کہ میں تجھے کیسے پلاتا تو تو سارے جہان کا مالک ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے اس کو نہیں پلایا۔ اگر اس کو پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔"

یہ وہ انسانی حقوق کا درس ہے جس کی ترغیب و ترویج صرف اسلام کرتا ہے۔ جب کہ انسانی حقوق کے دیگر نظریات صرف انفرادی زندگی کو فوقیت دیتے ہیں۔ جبکہ اسلام ان تمام نظریات کو باطل قرار دیتا ہے کیونکہ اسلام نے دیگر نظاموں کے مقابلے میں خاندانی نظام کی ایسی بنیاد رکھی ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی ہے۔

نتائج تحقیق:

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا قیام نظام معیشت اور انسان کی معاشی خود انحصاری کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے زمین و آسمان کا یہ نظام انسان کی تخلیقی ضرورت کے پیش نظر بنایا ہے۔ جس میں انسان اپنی زندگی کو بہتر طریقے سے گزار سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے انسان کو لوگوں کے آگے دست سوال ہونے سے منع فرمایا ہے اور انسان کو محنت اور ہاتھ کی کمائی کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جو شخص معاشی طور پر خود انحصار ہوتا ہے وہی زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی خود داری اور خود مختاری سے کام کر سکتا ہے۔ دنیا میں موجود اسلامی اور مغربی دونوں نظام معاشی خود انحصاری کے قائل ہیں۔ لیکن ان دونوں نظاموں کے درمیان فرق بنیادی عقائد و معاملات کا ہے۔ مغربی نظریہ اس بات کا قائل ہے کہ معاشی خود انحصاری کا مقصد انسان میں خود داری پیدا کرنا ہے جس میں وہ اپنے معاملات میں دوسروں کا محتاج نہ ہو اور اپنی ضروریات خود پوری کرے۔ لیکن مغربی نظام زندگی کی بنیاد

مادیت پرستی پر ہے جس میں بس دنیاوی زندگی کا مقصد معاشی لذت و خواہشات کی تکمیل ہے۔ یہ نظریہ انفرادی معاشی خود انحصاری کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے جس میں ہر انسان اپنے متعلق آزاد ہے اور وہ جیسا چاہے کما کر خرچ کر سکتا ہے۔

جبکہ اسلام میں معاشی خود انحصاری کی زیادہ اہمیت آئی ہے لیکن اسلام میں معاشی خود انحصاری کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کر دینا۔ اسلام کے نزدیک یہ دنیا عارضی ہے اور اس میں رہنے کے لئے اسلام نے انسان کو نظریہ حیات دیا ہے جس میں انسان کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر معاشی آزادی کا حق دیا گیا ہے اور انسان صرف وہاں تک معاشی لحاظ سے خود انحصار ہے جہاں تک دین اسلام نے اسے اجات دی ہے۔ اسلام میں معاشی خود انحصاری کا نظریہ حقوق و فرائض کے ساتھ مربوط ہے۔ جس میں انفرادی سطح پر ہر شخص کو اپنی ذات کے اعتبار سے اچھا کمانے، کھانے اور مال کو اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے جمع کرنے کی بجائے اعتدال کے ساتھ خرچ کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ اجتماعی معاشی خود انحصاری کی صورت میں انسان کو ایسے چار نظام دیئے ہیں جن میں انسان اپنے ماتحتوں کا پابند ہے۔ یہی وہ نظام ہیں جو اس نظریے کی نفی کرتے ہیں کہ انسان بس خود تک محدود ہے اور وہ جہاں سے چاہے کما کر جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ اسلام میں معاشی خود انحصاری کا مقصد دنیا میں نیک عمل ہے اور عقیدہ آخرت کی طرف راہنمائی ہے۔ انسان کی ساری دنیاوی کوششوں کا مرکز اخروی فلاح کے ساتھ مشروط ہے اور یہی وہ نظام ہے جس پر انسان کی معیاری زندگی کی بنیاد قائم ہے۔

تجاویز و سفارشات:

- معاشرے میں ہر اس چھوٹے بڑے طبقے کی حوصلہ افزائی کی جائے جو ہاتھ پھیلانے کی بجائے خود محنت کر کے حلال کما رہا ہے۔ تاکہ لوگوں کے اندر معاشی طور پہ خود انحصار ہونے کا شوق پیدا ہو۔
- معاشرے میں مادیت پرستی کی بجائے انسانی فلاح و بہبود کے نظریے کو فروغ دیا جانا چاہیے تاکہ معاشرے میں احسان و مساوات کی تعلیمات عام ہوں۔
- مغربی ثقافت سے متاثر ہونے کی بجائے سیرت کے ان پہلوؤں کو اپنی روزمرہ زندگی میں شامل کیا جانا چاہیے جو انسان کے اندر خود احتسابی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و محبت کو پروان چڑھائے۔
- معاشرے میں ایسی تمام رسم و رواج کا بائیکاٹ کیا جانا چاہیے جو مال کو جمع کرنے یا فضول خرچی کی طرف رغبت دلاتی ہوں۔
- حکومت ایسے معاشی مواقع فراہم کرے جس کی وجہ سے بیرونی امداد کی محتاجی ختم ہو اور ہماری معاشی اقدار بھی بہتر ہوں۔
- نوجوان نسل کو ایسے تربیتی سیشنز دیئے جانے چاہیے جس کی مدد سے وہ خود انفرادی یا اجتماعی سطح پہ انسانی طرز زندگی کو بہتر بنا سکیں اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے صحیح معنوں میں کردار ادا کر سکیں۔
- حکومتی سطح پہ ایسے پروگرامز شروع کروائے جائیں جن کے ذریعے نوجوان نسل کو سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں اصولِ معاشرت سکھائے جائیں۔ تاکہ معاشرے سے غربت سمیت جتنے بھی جرائم ہیں ان کا سد باب ہو سکے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1] المائدہ ۴۸:۵

Al-Mā'idah 5:48

[2] یونس ۳۲:۱۰

Yunus 10:32

[3] ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب (بیروت: دارالحیاءِ التراثِ العربی، طبع اولیٰ، ۱۹۸۸ء)، "ع، ی، ش" ۴۹۸/۹

Ibn Manzur, Muḥammad ibn Mukarram al-Ifriqī, Lisān al-'Arab (Beirut: Dār al-Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, First Edition, 1988), entry "'-Y-Sh", vol. 9, p. 498.

[4] مولوی، سید، احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ (لاہور: کاروان پریس دربار مارکیٹ، ۱۹۷۷ء)، ۲۱۰

Mawlvi Syed Ahmad Dehlvi, Farhang-e-Āṣafiyyah (Lahore: Karwan Press, Darbar Market, 1977), p. 210.

[5] https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-inhisaar?lang=ur, accessed on date 14-03-2024, time 1:25 PM

[6] https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-khud-inhisaarii?lang=ur, accessed on date 1-03-2024, time 1:35 PM

[7] https://ur.opentran.net/%.html, accessed on date 29-04-2024,time 11:30 AM

[8] Oxford English Dictionary, s.v. "self-sufficiency (n.)," July 2023, https://doi.org/10.1093/OED/2255948786, accessed on date 29-04-2024,time 12:05 PM

[9] "Self-sufficiency." Merriam-Webster.com Dictionary, Merriam-Webster, https://www.merriam-webster.com/dictionary/self-sufficiency. Accessed 26 Mar. 2024.

[10] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، رقم الحدیث:۹۱

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Faith (Kitāb al-Īmān), Chapter: The Prohibition of Arrogance and Its Explanation,Hadith No. 91.

[11] الحدید 10:57

Al-Ḥadīd 57:10

[12] الواقعہ ۶۴:۵۶

Al-Wāqi'ah 56:64

[13] الزخرف ۳۲:۴۳

Az-Zukhruf 43:32

[14] ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۸۰ء)، ۲۰۸/۵

Ibn Kathīr, Abū al-Fidā' Ismā'īl ibn 'Umar, Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm (Lebanon: Dār al-Ma'rifah, 1980), vol. 5, p. 208

[15] النحل ۷۱:۱۶

An-Naḥl 16:71

[16] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب اللقطہ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، رقم الحدیث:۱۷۲۸

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Lost Property (Kitāb al-Luqṭah), Chapter: The Recommendation of Showing Kindness with Surplus Wealth,Hadith No. 1728.

[17] اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کا معاشی نظام (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، نامعلوم)، ۳۶

Dr. Asrar Ahmad, Islām kā Mu'āshī Niẓā(Lahore: Maktabah Khuddām al-Qur'ān, n.d.), p. 36

[18] بنی اسرائیل ۱۲:۱۷

Banī Isrā'īl 17:12

[19] القصص۲۸:۵۸

Al-Qaṣaṣ 28:58

[20] الانبیآء۲۱:۲۳

Al-Anbiyā’ 21:23

[21] البقرہ۲:۱۶۸

Al-Baqarah 2:168

[22] النساء۴:۲۹

An-Nisā’ 4:29

[23] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، رقم الحدیث:۱۰۱۵

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Zakāh (Kitāb al-Zakāh), Chapter: Accepting Charity from Lawful Earnings and Nurturing It, Hadith No. 1015

[24] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا الدینہ، رقم الحدیث:۵۲

Imam al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Book of Faith (Kitāb al-Īmān), Chapter: The Virtue of One Who Guards His Religion,Hadith No. 52.

[25] البقرۃ۲:۲۶۷

Al-Baqarah 2:267

[26] الفرقان۲۵:۶۷

Al-Furqān 25:67

[27] المطففین۸۳:۱

Al-Muṭaffifīn 83:1

[28] الھمزہ،۱۰۴:۲۔۴

Al-Humazah 104:2–4

[29] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، رقم الحدیث:۵۰۳۷

Imam al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Book of Expenditures (Kitāb al-Nafaqāt), Chapter: The Virtue of Spending on One’s Family,Hadith No. 5037.

[30] التوبۃ۹:۱۱۱

Al-Tawbah 9:111

[31] طہ۲۰:۱۲۴

Ṭā-Hā 20:124

[32] الاحزاب۳۳:۶

Al-Aḥzāb 33:6

[33] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ، رقم الحدیث:۴۴

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Faith (Kitāb al-Īmān), Chapter: The Obligation of Loving the Messenger of Allah,Hadith No. 44.

[34] محمد بن عمر واقدی، المغازی، ۲:۶۰۲

Muḥammad ibn ‘Umar al-Wāqidī, al-Maghāzī, vol. 2, p. 602.

[35] امام ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع الترمذی (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۰ھ)، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھا کلیھما، رقم الحدیث:۳۶۷۵

Imam al-Tirmidhī, al-Jāmi‘ al-Tirmidhī (Egypt: Sharikat Maktabat wa Maṭba‘at Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1390 AH), Book of the Merits of the Messenger (Kitāb al-Manāqib), Chapter: The Merits of Abū Bakr and ‘Umar (may Allah be pleased with them both), Hadith No. 3675.

[36] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ و تحریمھا فی المعصیۃ، رقم الحدیث: ۱۸۳۷

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Leadership (Kitāb al-Imārah), Chapter: The Obligation to Obey the Leaders in Matters Not Involving Sin and the Prohibition of Obeying Them in Sin,Hadith No. 1837.

[37] امام ترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء آن في المال، رقم الحدیث:۶۵۹

Imam al-Tirmidhī, al-Jāmiʿ al-Tirmidhī, Book of Zakāh, Chapter: What Has Been Reported Concerning Wealth,Hadith No. 659.

[38] البقرۃ ۲:۲۱۵

Al-Baqarah 2:215

[39] امام نسائی، سنن النسائی، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ الثلث، رقم الحدیث:۳۶۲۶

Imam al-Nasāʾī, Sunan al-Nasāʾī, Book of Wills (Kitāb al-Waṣāyā), Chapter: The One-Third Bequest, Hadith No. 3626.

[40] امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل عیادۃ المریض، رقم الحدیث:۲۵۶۹

Imam Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Book of Birr, Kinship and Manners (Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb), Chapter: The Virtue of Visiting the Sick, Hadith No. 2569.